



از

رفعت سراج

گھر میں شادی کا ہنگامہ تھا۔ ملک کے تقریباً ہر شہر سے آہو مہمان بھرے ہوئے تھے۔ اس گھر میں آدن یہ ہنگامے اترتے رہتے تھے۔ خیر سے چھوٹے تھے۔ عبدالصمد کے اس بار تیسرے بیٹے کی شادی تھی۔ لڑکیوں کے جتنے شادی بیاہ کے گیت لاپتے رہتے تھے۔ ان کے کھنکھتے قہقہے صحیح معنوں میں گھر کی اصل رونق تھے پڑوس کی شوخ اور شرارتی لڑکی نیلے رنگ کے کپروں میں جا دو چکا رہی تھی۔ ننھے میاں کب سے ایک کونے میں بیٹھے اسے دیکھ جا رہے تھے۔ چا کا دور جل رہا تھا وہ کئی بار اپنی منمنائی آواز میں جا کے لیے کہہ چکے تھے مگر کوئی توجہ ہی نہیں دے رہا تھا۔ اس بے توجہی پر ان کے آنسو دل پر ٹپکنے لگے تھے۔

بھابی جان ہم اتنی دیر سے چا کے لیے کہہ رہے ہیں مگر۔۔۔ انہوں نے پاس سے گزرتی سب سے بڑی حسین بھابی سے فریادی۔

مل جا گی بھی چا بھی کہیں ڈیوٹی پر جانا ہے تمہیں صبر کرو۔ وہ بیزاری سے کہہ کر آگے بڑھ گئیں۔ ارے ننھے میاں چا کی کیا بات ہے ابھی لا دیتی ہوں۔ وہی نیلے کپڑوں والی پڑوس لڑکی رخسندہ نرمی سے بولی اور رے سے چا کا کپ اٹھنے چل دی۔

لو بھی تم بھی چا پیو۔ وہ کپ ان کے ہاتھ میں تھا کرسٹفنگی سے گویا ہوئی۔ ننھے میاں نے اتنی بھیری سے کپ ہونٹوں سے لگا لیا جیسے پہلی مرتبہ چا پی رہے ہوں۔

ارے بھئی لڑکیوں، چاے بچے تک تیار ہو جانا۔ دور کا معاملہ ہے برات پہنچتے پہنچتے ہی پہنچے گی۔

امی جان نے لڑکیوں کو یاد دہانی کرائی کہ انہی کی تیاریوں سے خطرہ تھا۔ عین وقت پر کسی کا میچنگ پر اندہ گم ہو جانا کسی کا دوپٹہ۔

امی جان ہم بھی برات میں جاکیں گے۔ ننھے میاں نے ماں کا آنچل تھا مکر مدعا بیان کیا، ارے نہیں تم کیا کرو گے جا کر؟ خواہ مخواہ ہی پریشان ہو گے۔ دادی اماں کے پاس ہی رہنا تم۔ سب لوگ تو جا رہے ہیں۔ انہوں نے افسردگی سے کہا۔

بس ایک مرتبہ کی بات سن لیا کرو۔ وہ تلخ ہو گئیں۔ اور وہ جو آپ نے ہمارے لیے برات کے دن کا جوڑا سلوایا ہے۔ انہوں نے ماں کو عہد شکن کہنا چاہا۔

جوڑا پہن لینا۔ سہرے بندی میں شریک ہو جانا۔ وہ آگے بڑھ گئیں۔ اچھے خاصے سمجھدار ہو مگر حرکتیں چھوٹے بچوں کی طرح ہیں۔ ان کی بڑ بڑاہٹ ننھے میاں نے بخوبی سن لی۔

برات جانے کے بعد گھر ایک دم سنسان سا ہو گیا تھا۔ بچی کچھی عورتیں گھر کو سنانے میں لگ گئی تھیں۔ کہیں کپڑے پڑے تھے، کہیں خوشبوئیں اور پھولوں کی پتیاں۔ سارا گھر گویا بکھرا پڑا تھا۔ گھر کی صفائی ستھرائی کے بعد عورتیں دادی اماں کے پاس سر جوڑ کے بیٹھ گئیں۔ ننھے میاں لوہے کی کرسی پر بیٹھے سوچوں میں غرق تھے۔

اے چچی جان، اسے دیکھ کر افسوس ہی ہوتا ہے بیچارے کا کیا ہوگا؟ دیکھ لو، بیس برس کا ہو گیا ہے۔ میری ساجدہ کی عمر کا ہے۔



خدا معلوم کیوں ستم ٹوٹا اس کی جان پر؟ کون سے گناہوں کا بھگتان ہے ہمارے۔ دادی اماں کی آواز میں آرزو کی سا گئی۔

دھیان رکھا کریں اس کا، میں تو جیسے آئی ہوں دیکھ رہی ہوں کسی کو پروا نہیں ہے اس کی۔ خیر یوں تو نہ کہو سب خیال رکھتے ہیں۔ اب اس کی تو عادت ٹھہری بات بات پر اڑنے کی۔ دادی اماں نے برامان کر رشتے کی بہو کو جواب دیا۔

میرا مطلب ہے چچی جان۔ ایسے بچے بہت حساس ہو جاتے ہیں، پڑھنے میں کیسا ہے؟ اس بہت اچھا تھا مگر مار مار کر نوں تک گھسیٹا ہے۔ مدورو کراسکول جاتا تھا کہ سب میرا مذاق اڑاتے ہیں۔ تمہیں نہیں خبر دلہن ذرا اسی بات پر دماغ چنٹا دیتا ہے۔ حساس ہے چچی جان، بہت محسوس کرتا ہوگا۔ دنیا بھی کسی کا احساس نہیں کرتی۔ خدا معلوم کیا کیا کہتے ہوں گے بچے۔

اے کے بجے لوٹے گی بارات؟ بارہ بجے سے پہلے تو نہیں آنے کے۔ دادی جان نے بیزار ہو کر بات کا رخ موڑا۔

اے دلہن کے کمرے میں گاؤ تکیے رکھے تھے کہ نہیں؟ ننھے میاں جانا ذرا بھیا کے کمرے میں دیکھنا سرخ گول تکیے رکھے ہیں کہ نہیں۔ کہیں لڑکیاں ادھر ادھر نہ پٹخ گئی ہوں۔

وہ حکم کی تعمیل کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔ پینڈل پر دباؤ ڈال کر دروازہ کھولا تو خوشبو کے جھونکوں نے والہانہ سواگت کیا۔ وہ کمرے کی خوبصورتی دیکھ کر ٹھٹھک گئے۔ آف وائٹ اور ریڈ کلر کا

نہایت حسین امتزاج، آف وائٹ دیواریں سرخ مخمل کے پردے آف وائٹ فرنیچر، سرخ گدیاں، سرخ بیڈ شیٹ، سرخ تکیے، آف وائٹ زمین پر بڑے بڑے سرخ پھولوں والا کارپٹ، بیڈ کے اطراف گلاب، موتیا اور چنبیلی کی لڑیاں، پھولوں کی مہک اور ائرفرشز کی خوشبو، ننھے میاں نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ وسیع وہ عریض بیڈ پر دو تکیے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رکھے ہوئے تھے۔ ان کے اوپر مخملیوں کا ڈھکیے موجود تھے، انہیں ایسا محسوس ہوا گویا اس کمرے کی ساری آرائش انہی کے لیے ہے۔ وہ تنہا نہیں ہیں۔ ایک گاؤ تکیے سے وہ پشت ٹکا کر بیٹھے ہیں۔ دوسرے سے ان کی شریک حیات نکلیں ان کی پشت اور دل سے دل نکلے ہیں۔ وہ سحر زدہ سے گھوم گھوم کر کمرہ دیکھنے لگے۔

کارنس پر بھیا کی خوبصورت تصویر (کلوز اپ) فریم میں لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے تصویر اٹھا کر بیٹ کی ملاحظہ دراز میں ڈال دی۔

ہمارے کمرے میں کسی تیسرے فرد کا کیا کام؟ انہوں نے بیڈ کی طرف منہ کر کے اس طرح خود کلامی کی۔ جیسے ساتھی کی تائید جاتے ہوں۔ ان کی تصوراتی دلہن شرما کر مسکرا دی۔

مجھے معلوم ہے تم مجھ سے نفرت نہیں کر رہے۔ مجھ سے بیزار نہیں ہو۔ دراصل پہلی ملاقات میں دلہن ذرا زیادہ ہی شرماتی ہے۔ میں منتظر رہوں گا اس وقت کا جب تم مجھ سے کھل کر دل کی باتیں کہو گی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تب بھی تم آنکھیں جھکا کر رکھا کرو گی۔

اے ننھے میاں کمرے کے ہی ہو کر رہ گئے۔ انہیں گھونگھٹ کاڑھ سج پر تو نہیں چڑھ بیٹھے؟ چچی

جان کی کھلکھلاتی آواز آئی۔

ہونہ، گھونگھٹ گھونگھٹ تو عورتیں کاڑھتی ہیں مرد تو سہرا باندھتے ہیں۔ بعض عورتیں چاہے کتنی عمر کی ہو جائیں مگر بیوقوف ہی رہتی ہیں۔ وہ خواب ٹوٹنے پر تھلا تے ہو باہر نکل آ۔

رکھے ہیں نا؟

کیا؟ وہ کھوکھو سے بولے۔

کیا دیکھتے گئے تھے؟ دادی اماں نے ناگواری سے دیکھا۔

تب وہ کڑ بڑا گئے۔ جی ہیں۔ دو ہیں۔ دو گول نیکیے ہیں۔

اچھا تو تم گن رہے تھے اس لیے دیر ہو گئی۔ شرارتی چچی جان نے انہیں پھر چھیڑا۔

انہوں نے بارہ بجے تک برات کی واپسی کا انتظار کیا۔ مگر زیادہ دیر تک جماہیاں نہ لے سکے پڑے کے سو گئے۔

صبح صبح ان کی آنکھ کھل گئی۔ سارے گھر پر سناٹا تھا۔ وہ گھبرا سے گئے۔ مگر باہر اکر پتہ چلا کہ رات

برات بہت دیر سے آئی تھی۔ سو نیند کو دیری کا تاوان دیا جا رہا ہے۔ یعنی سب بھرتی سے

پڑے سو رہے تھے۔ انہیں ایک دم دلہن دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ وہ بھیا کے کمرے کی طرف

بڑھے۔ پینڈل پر دباؤ ڈالا مگر دروازہ نہ کھلا۔ وہ مایوس ہو کر پلٹے اور منہ ہاتھ دھو کر کچن میں چلے

آ۔ اماں ناشتہ تیار کرنے میں مصروف تھیں۔

اماں ہمیں ناشتہ دے دو۔ سب اٹھ جائیں گے تو۔۔۔ انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

ہاں ننھے میاں آپ یہاں آ جائیں۔ کیا بناؤں آپ کے لیے؟

فریج ٹوسٹ بنا دو۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔

اماں جیراں نے دو انڈے پھینٹے شروع کر دیے اور پوچھا ننھے میاں بھابی پسند آئیں؟

ہم نے دیکھی ہی نہیں۔

کیوں؟

ہم سو گئے تھے۔

ابہت خوبصورت ہیں۔ ماشاء اللہ۔ دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔

کب اٹھیں گی؟

ایک دو گھنٹے بعد اٹھا دیں گے۔

پورا منہ نیلا کٹھن ہو رہا ہے آپ کا۔ اماں جیراں نے انڈوں میں دودھ ملاتے ہو انہیں دیکھا تو وہ

کھسیا سے گئے۔

ہم شیو بنا کر آ ہیں۔ ہم صبح صبح بنا لیتے ہیں۔ ورنہ سب چھیڑتے ہیں۔ وہ دھیمی آواز میں

بولے۔

اے لو اس میں چھیڑنے کی کیا بات؟ یہ کون سی اجنبی کی بات ہے؟ اس عمر کے لڑکے واڑھی

مونچھ بناتے ہی ہین۔ انہوں نے آٹریزے میں توس ڈبو دیا۔

وہ سر جھکا کر بیٹھ گئے گویا کوئی بات نہ کرنا چاہتے ہوں۔ مگر یہ سوچے بغیر نہ ہر سکے کہ اماں وہ



لڑکے ڈھائی فٹ کے نہیں ہوتے۔

بوائے ٹوسٹ کی پلیٹ ان کیسا منے میز پر رکھی اور ایک کپ میں چا۔ وہ سر جھکا کر ناشتے میں مصروف ہو گئے باہر ہلکا ہلکا شور جاگ اٹھا۔ تھوڑے بہت لوگ بیدار ہو گئے تھے۔ خواتین ہی تھیں غالباً۔ لڑکیاں تو اتنی جلدی اٹھنے سے رہیں۔

ناشتے کے بعد وہ باہر آ گئے۔ ہال میں عجیب منظر تھا۔ وہ پردہ اٹھا کر ٹھنک گئے۔ غالباً اس حصے پر صرف لڑکیوں ہی کا کیمپ بنا دیا گیا تھا۔ ساری لڑکیاں خاندان ہی کی تھیں۔ سونے کے انداز بتا رہے تھے کہ جس وقت وہ سوئیں تھکن سے بیکال تھیں۔ معاوہ چونک پڑے کونے میں فوم کا گدا بچھا رخشندہ سو رہی تھی اس نے سیاہ پھولدار چادر اپنے جسم پر ڈال رکھی تھی۔ مگر پاؤں چادر سے باہر ہی تھے اور بازو آنکھوں پر سب سے زیادہ شائستگی تھی اس کے سونے کے انداز میں۔ انہیں حوشی ہوئی کہ وہ خود بہت خوش ترتیب اور باسلیقہ تھے۔ یہی خصوصیات دوسروں میں دیکھنا پسند کرتے تھے۔ لڑکیاں اتنی تھک گئی تھیں کہ میک اپ اتارے اور لباس تبدیل کیے بغینین بیدم ہو کر سو گئی تھیں۔ کئی دنوں کی نیند پوری کر رہی تھیں آخر۔ انہوں نے دل ہی دل میں توبہ کی۔

امی جان نے انہیں دیکھا۔ ارے تم اٹھ گئے؟

میں تو بہت دی سے اٹھا ہوا ہوں، ناشتہ بھی کر لیا ہے۔ وہ ماں کو غور سے دیکھ کر بولے۔

چلو اچھا کیا۔ ابھی تمہیں بھابی سے ملوائیں گے۔ رات کو تو تم سو ہی گئے تھے۔

آخر بھابی کو اٹھاتی کیوں نہیں؟

بس ابھی اٹھاتی ہوں۔

اس نے دیکھا بھیانائٹ گاؤن میں ملبوس اخبار لیے براآمدے میں جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد یہ سن کر کہ بھابی جان اٹھ چکی ہیں، وہ وفور شوق سے بھیا کے کمرے کو چلے آ اور دروازہ کھول کر ذرا سراسر اندر کیا، دلہن سبز بناری شلوار سوٹ میں گیلے بال لیے ڈرینگ ٹیبل کیسا منے بیٹھی تھی۔ وہ خوشی سے اندر بڑھ آ۔ دلہن نے دروازہ کھلنے پر آہستگی سے نظیروں اٹھا کر آئینے میں دیکھا اور ایک دم خوفزدہ سی ہو کر گھوم گئی۔

چار پانچ سالہ بچے کے جسم پر ایک نوجوان سر تھا۔، شیو کی نیلا ہٹوں سے مزین چہرہ، ہونٹوں پر خوش خلقی اور اپنائیت سے پر مسکراہٹ۔ کون ہو تم؟ دلہن نے پوچھا۔

ہم وہ بڑی شان سے مسکرا۔ ہم آپ کے دیور ہیں یعنی کہ آپ کے شوہر سے چھوٹے بھائی۔ بھیا کے بعد ہمارا نمبر آتا ہے بھائیوں کی لائن میں۔ انہوں نے تعارف کرایا مگر بھابی اب بھی انہیں بڑی عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

پہچان رہی ہیں؟ پہچان لیجیے سب کہتے ہیں ہم بھیا سے بہت ملتے ہیں۔

آں؟ ہاں وہ دوبارہ گھوم گئی۔

اسی وقت دروازہ کھلا۔ جن لڑکیوں کو وہ اندر سوتا جھوڑ کر آتھیں ان میں سے اکثر اب اندر گھسی آ رہی تھیں۔ ہنستی، کھلکھلاتی۔ چھوٹی پھوپھو کی راشدہ نے انہیں دیکھ کر قہقہہ بلند کیا۔ ارے

صاحب کر لیا بھابی جان کا دیدار؟ مگر کیا خالی، خولی؟

کیا دیں ہم؟ انہوں نے بیچارگی سے پوچھا۔

بھائی پانچ دس روپے تو دے دینے تھے منہ دکھائی میں۔

ہمیں دھیان نہیں رہا تھا۔ انہوں نے شرمندگی سے اعتراف کیا۔

آخر آپ کو کس کس چھو کا دھیان رہے۔ اپنے وسیع و عریض سراپے کو دیکھیں یا جہاں کے

جھمیلوں کو؟ چلو بچہ سمجھ کر معاف کیا۔ راشدہ نے ان کا گال تھپتھپایا۔

بڑے ہیں ہم تم سے پورے دو سال۔ راشدہ کی حرکت انہیں اپنی شدید توہین محسوس ہوئی۔

انہوں نے سراٹھا کر راشدہ کی طرف دیکھا وہ بمشکل راشدہ کی کمر تک پہنچ رہے تھے۔

باہا؟ سب بے ساختہ ہنس پڑیں۔ بھابی بھی اپنی مسکراہٹ نہ روک سکیں۔

ارے منے میاں۔ آپ اگر بڑا کہلو انے میں خوشی محسوس کرتے ہیں تو چلیں ہمیں آپ کی خوشی

منظور۔ مگر ہماری نظر سے کوئی دیکھے۔ ہماری گود کے کھیلے لگتے ہو۔ شوخ راشدہ نے بزرگوں

کے انداز میں کہا تو ایک بار پھر ہنسی کا طومان اٹھ پڑا۔ وہ اپنے آنسو ضبط کرتے ہو باہر آ گئے۔

انہیں تو سب سیویادہ دکھ اس بات کا تھا کہ رشندہ کے سامنے ان کی توہین ہوئی تھی، کیا سوچ

رہی ہوگی وہ؟

سامنے سے امی دونوں بڑی بھابیوں کے ہمراہ دہن کے کمرے میں آ رہی تھیں۔ وہ رخ بدل کر

لان کی جانب بڑھ گئے اپنی تقدیر کو روکنے۔ بچہ۔۔۔ بچہ انگارے ان کے کانوں میں اتر رہے

تھے۔ رشندہ کتنا دھیان رکھتی ہے میرا۔ کیا سوچ رہی ہوگی وہ؟ راشدہ نے اس کے سامنے

میری انسلٹ کی ہے۔

چند قدموں کے فاصلے پر بڑے بھیا کا اپنا ذاتی چھوٹا سا کلیںک تھا۔ وہ سرجن بھی تھے۔ ننھے

میاں کا بیحد خیال رکھتے تھے۔ انہیں اپنے بھائی کی محرومی بہت محسوس ہوتی تھی۔ اسپتال کا سارا

عملہ انہیں آتے دیکھ کر خوش خلقی سے مسکرایا۔

ارے ماجد صاحب آپ؟ لیڈی ڈاکٹر رضوانہ محبت سے مسکرائیں۔ کیسے آنا ہوا؟

ایسے ہی ہمارا دل چاہ رہا تھا کہ گھوم کر آئیں۔ وہ بیبیازی سے گویا ہو۔

گویا سیر کرنے آ ہیں۔ وہ مسکرائیں تو ننھے میاں بھی مسکرا دیے۔

ڈاکٹر صاحب تو ابھی تک نہیں آ ہاں بڑے بھیا آج گھر پر ہی ہیں۔ آتے ہی ہوں گے۔

انہوں نے جان چھڑانے والے انداز میں جواب دیا اور بھیا کے کمرے میں، وارڈز میں،

آپریشن رومز میں گھومتے گھومتے خاموشی سے باہر نکل آ اور گھر جانے کے بجائے رشندہ کے گھر

گھس گئے۔ وہ مسکرائی۔

آئیے صاحب۔ امی تو آپ کے گھر گئی ہوئی ہیں ملازمہ کا پوچھنے۔ آپ کہاں سے آرہے

ہیں؟

گھر سیارہا ہوں۔ وہ ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہو بولے۔

اچھا تو پھر بیٹھیں۔ آج کپڑے دھو ہیں۔ شادی میں خوب جمع ہو گئے تھے۔ ڈال کر ابھی آتی



ہوں۔ پھر آپ کو چاہاؤں گی۔ ٹھیک؟

انہوں نے بھی گردن ہلا دی اور دور دور سے اسے دیکھتے رہے۔ سرخ و سیاہ دھاری دار سوٹ میں وہ سکون دل کا سامان لگ رہی تھی۔ جانے کیوں انہیں ایسا محسوس ہوا کہ رخصتہ انہیں پہلے کی طرح لفٹ نہیں دے رہی۔ کچھ بدلی بدلی سی لگی تھی انہیں۔ وہ اداس سی واپس آ گئے۔

شادی میں آہو دور کے مہمان آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے تھے۔ چھوٹی پھوپھو نے ابھی مزید قیام کرنا تھا۔ وہ بڑے پراسرار انداز میں خاموش خاموش اور ادھر گھوما کرتے تھے۔

راشدہ کو تیسری منزل پر ایک کمرہ دے دیا گیا تھا۔ بس سے بڑی بھابی بھی شور شرابے کی وجہ سے تیسری منزل پر ہی مقیم تھیں کافی نازک مزاج تھیں نا، ننھے میاں ہال میں، بیٹھے تھے۔ ہنسی کی آواز پر چونک پڑے۔ وہ دونوں ہنستی ہوئی سیڑھیاں چڑھ رہی تھیں۔ انہوں نے بغور دیکھا پھر اپنی کتاب میں گم ہو گئے۔

گہری نیند میں راشدہ کو اپنی ناک کے قریب عجیب سی بو کا احساس ہوا۔ بو بہت نزدیک آ گئی پھر ایک رومال اس کی ناک پر آٹھرا۔ وہ ادھر ادھر سر پٹکنے لگی۔ اوہوں، اوں ہوں۔۔۔ ہوں۔۔۔ کک۔۔۔ ک۔۔۔ کون ہے؟ اس کی دم توڑتی ہوئی آواز ابھری۔ تیز تیز تنفس میں ننھے میاں خونی لہجے میں غرا بچہ۔

اختتام ----- The End